(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

حضرت سیدنا امیر معاویہ

مفسر قرآن شارح بخاری و مسلم

(رحمتہ اللہ علیہ)

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت معاویہ بن ابی سفیان بن صخر بن حرب رضی اللہ عنہما، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موقر صحابی، کاتب وحی الٰہی اور تمام مسلمانوں کے ماموں ہیں کیونکہ آپ کی ہمشیرہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین ہیں۔

آپ اعلانِ نبوت سے پانچ سال پہلے پیدا ہوئے اور پچیس سال کی عمر کو پہنچ کر ۷ ہجری میں اس وقت اسلام قبول کیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلح حدیبیہ کے موقع پر قضاء ہو جانے والے عمرہ کو ادا کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے۔ اسلام سے مشرف ہونے کے بعد مروہ پہاڑ کے قریب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر کے بال کاٹنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ اس وقت چونکہ آپ کے والدین ابوسفیان اور ہند اسلام نہیں لائے تھے، اس لئے آپ نے ان کے خوف سے اپنے اسلام کو مخفی رکھا۔ ۸ ہجری میں جب فتح مکہ کے بعد آپ کے والدین اور بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان نے اسلام قبول کر لیا تو آپ نے بھی اپنے اسلام کا اظہار کر دیا۔ ۸ ہجری میں آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ غزوۂ حنین میں شرکت کی۔

حضرت معاویہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں عام خط و کتابت اور قرآن کریم کی کتابت پر مامور تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو دعا دی اور فرمایا: اے اللہ! معاویہ کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا اور اس کے سبب سے لوگوں کو ہدایت دے۔ (ترمذی) حافظ ابن حجر عسقلانی نے ابویعلیٰ کی سند کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ حضرت معاویہ نے کہا: ایک دن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وضو کرا رہا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضو سے فارغ ہو کر میری طرف دیکھا تو فرمایا: اے معاویہ! جب تمہیں کسی جگہ کا حکم بنایا جائے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اور عدل سے کام لینا، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اس وقت سے یقین ہو گیا تھا کہ مجھے حکومت کی ذمہ داری سونپی جائے گی۔

حضرت معاویہ کو اکثر و بیشتر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بارگاہ میں یاد فرماتے تھے، آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک سو تریسٹھ احادیث روایت کی ہیں۔ حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ و اخیار تابعین آپ سے احادیث روایت کرتے تھے۔

(الاصابہ ج ۳ ص ۴۳۳، اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۵)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابو بکر نے جو لشکر شام کی طرف بھیجا تھا، اس میں حضرت معاویہ اور آپ کے بڑے بھائی یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہم دونوں شریک تھے۔ آپ کے بھائی یزید بن ابی سفیان کو حضرت ابو بکر نے چوتھائی فوج کا امیر مقرر کیا اور دمشق فتح ہونے کے بعد حضرت ابو بکر نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا۔ حدود اسلامیہ میں یہ سب سے پہلے گورنر کا تقرر تھا، جس کی سعادت اموی خاندان کو نصیب ہوئی۔ حضرت ابو بکر کے بعد حضرت عمر نے یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر رکھا۔ سترہ ہجری میں جب طاعون عمواس پھیلا تو حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے۔ بعض روایات کے مطابق آپ کی وفات انیس ہجری میں فتح قیساریہ کے بعد ہوئی۔ بہر حال حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو گورنر مقرر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام شام کا علاقہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی تحویل میں دے دیا اور حضرت عثمان کی شہادت تک سترہ یا پندرہ برس تک آپ نے شام کے علاقہ میں کامیاب حکومت کی۔ (البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۹۵) حضرت علی رضی اللہ عنہ جب مدینہ میں خلیفہ منتخب ہوئے تو آپ نے ان سے حضرت عثمان کے قصاص کا مطالبہ کیا۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا دور حکومت تینتالیس سال پر محیط ہے، انہوں نے جتنے طویل عرصہ تک جس قدر وسیع و عریض علاقہ پر کامیاب حکومت کی ہے وہ ان کے کسی پیش رو خلیفہ کے حصہ میں نہیں آئی۔ وہ پانچ سال حضرت عمر کے عہد میں دمشق کے گورنر رہے، بارہ سال حضرت عثمان کے زمانہ میں پورے علاقہ شام کے گورنر رہے، چھ سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ایام خلافت میں حکمران رہے۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی اور تمام اسلامی ریاست کے وہ خلیفہ تسلیم کر لئے گئے، ان کے ایام حکومت میں اسلامی فتوحات مشرق اور مغرب میں تیز وتند سیلاب کی طرح بڑھتی جا رہی تھی۔ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد انہوں نے بیس سال تک حکومت کی اور بیاسی سال کی عمر گزار کر بائیس رجب ساٹھ ہجری کو جمعرات کے دن اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اس طرح انہوں نے سترہ ہجری سے لے کر ساٹھ ہجری تک مسلسل حکومت کی اور یہ صرف انہیں کا حصہ تھا۔ (البدایہ والنہایہ جز ۵ ص ۹۵، جز ۸ ص ۱۴۳)

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ حضرت امیر معاویہ بہت حسین وجمیل شخص تھے۔ دراز قد اور گورا رنگ تھا، ڈاڑھی میں سرخ اور سیاہ رنگ ملا کر خضاب کرتے تھے، انتہائی بردبار، باوقار، فیاض اور عادل تھے۔ (البدایہ والنہایہ جز ۸ ص ۱۱۸)

ابواسحاق فرازی کی سند کے ساتھ ابن کثیر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ذکر کی ہے کہ حضرت جبریل امین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور عرض کیا: اے محمد! معاویہ کو سلام کہیے اور انہیں نصیحت کیجئے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کی وحی پر امین ہیں اور کیا ہی خوب امین ہیں۔ (البدایہ جز ۸ ص ۱۲۰) حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت معاویہ کے پاس حضرت علی کی شہادت کی خبر پہنچی تو حضرت معاویہ زار وقطار رونے لگے، ان کی اہلیہ نے کہا کہ زندگی میں تو آپ ان سے لڑتے رہے اور شہادت کی خبر سن کر رو رہے ہیں تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: کاش! تمہیں معلوم ہوتا کہ لوگوں نے آج کس قدر عظیم علم وفضل اور فقہ کو کھو دیا ہے۔ (البدایہ جز ۸ ص ۱۳۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب جنگ صفین سے واپس لوٹے تو آپ نے فرمایا: اے لوگو! معاویہ کی حکومت کو ناپسند نہ کرو، یاد رکھو! اگر تم نے معاویہ کو کھو دیا تو تم دیکھو گے کہ لوگوں کے کندھوں سے ان کے سر اس طرح گریں گے جس طرح اندرائن کے پھل گرتے ہیں۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر کے لوٹے تو سفیان بن لیل نے ان سے کہا: آپ نے مسلمانوں کو ذلیل کر دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایسا مت کہو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ شب وروز کا سلسلہ چلتا رہے گا، حتیٰ کہ حکومت معاویہ

کے پاس چلی جائے گی اور مجھے یقین ہو گیا کہ تقدیر الٰہی واقع ہو گئی ہے۔ لہٰذا میں نے دونوں جانب سے مسلمانوں کے درمیان خونریزی کو ناپسند کیا۔ (البدایہ والنہایہ جز ۸ ص ۱۳۱)

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ متعدد اسانید سے مروی ہے کہ ابو مسلم خولانی ایک جماعت کے ساتھ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے پوچھا کہ تم علی سے جنگ کر رہے ہو، کیا تم اپنے آپ کو ان کے ہم مرتبہ سمجھتے ہو؟ حضرت امیر معاویہ نے جواب دیا: قسم بخدا! مجھے یقین ہے کہ حضرت علی مجھ سے افضل اور برتر ہیں اور میری نسبت حکومت کے وہ زیادہ مستحق ہیں۔ لیکن کیا تم کو معلوم نہیں کہ حضرت عثمان مظلوماً شہید کئے گئے اور میں ان کا چچازاد ہوں اور ان کے خون کے قصاص کا طالب اور ولی ہوں۔ حضرت علی سے عرض کرو کہ قاتلین عثمان کو میرے حوالہ کر دیں، میں فوراً ان سے بیعت کر لوں گا۔ (البدایہ والنہایہ جز ۸ ص ۱۲۹) حافظ ابن کثیر نے عتبی سے روایت کیا ہے کہ خلیفہ مقرر ہونے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک اجتماع سے فرمایا: اے لوگو! میں تم سب سے افضل نہیں ہوں اور تمہارے درمیان وہ حضرات موجود ہیں جو مجھ سے برتر اور افضل ہیں۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ دیگر افاضل صحابہ کرام ہیں، لیکن مجھے امید ہے کہ میری حکومت تمہارے لئے زیادہ نفع آور، تمہارے دشمنوں پر زیادہ غالب اور تمہارے لئے زیادہ خیر کا موجب ہو گی۔ (البدایہ والنہایہ جز ۸ ص ۱۳۴)

حافظ ابن کثیر نے یعقوب بن سفیان کی سند کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں نے نور کا ایک ستون دیکھا جو میرے سر کے نیچے سے بلند ہوتا ہوا ملک شام پر جا کر ٹھہر گیا اور عبدالرزاق کی سند کے ساتھ بیان کیا کہ ایک شخص نے جنگ صفین کے دن کہا: اے اللہ! اہل شام پر لعنت کر تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو ٹوکا اور فرمایا: اہل شام پر لعنت نہ کرو اور تین بار مکرر کہا: وہاں ابدال ہیں۔ (البدایہ والنہایہ جز ۸ ص ۲۰)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنے کے لئے ایک حدیث پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمار کے بارے میں فرمایا کہ ان کو ایک باغی گروہ قتل کرے گا، عمار

اس گروہ کو جنت کی دعوت دیں گے اور وہ عمار کو جہنم کی طرف بلائیں گے اور حضرت عمار حضرت علی کی جانب سے لڑتے ہوئے حضرت معاویہ کے لشکر کے ہاتھ شہید ہوئے، اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ حضرت معاویہ باغی تھے۔

صحیح بخاری کے علاوہ دیگر کتب حدیث میں یہ حدیث اسی طرح درج ہے۔ لیکن امام بخاری نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا ہے: عمار لوگوں کو جنت کی طرف دعوت دیں گے اور وہ انہیں دوزخ کی طرف بلائیں گے۔ اس روایت میں "ویح عمار تقتله الفئة الباغية" "افسوس اے عمار! تم کو باغی جماعت قتل کرے گی" کے الفاظ نہیں ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی بزار کی سند کے ساتھ، جو "صحیح مسلم" کی شرط پر ہے، ذکر کرتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اعتراف کیا ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ الفاظ نہیں سنے۔ اسی لئے امام بخاری نے اپنی صحیح سند میں یہ الفاظ درج نہیں کئے۔ اس تحقیق کے پیش نظر حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: جن احادیث میں "تقتلك الفئة الباغية" "تم کو باغی گروہ قتل کرے گا" کی زیادتی ہے وہ مدرج ہیں، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام نہیں ہیں۔ بلکہ راویوں نے اپنی طرف سے یہ زیادتی حدیث میں ملا دی ہے۔ (فتح الباری ج ۲ ص ۱۱۲، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۲۰۸) جب یہ ثابت ہو گیا کہ اصل حدیث یوں ہے: "عمار لوگوں کو جنت کی دعوت دیں گے اور وہ ان کو دوزخ کی"۔ تو اس کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ مشرکین کی طرف متوجہ ہے یعنی حضرت عمار مشرکین کو جنت کی دعوت دیں گے اور وہ انہیں دوزخ کی طرف بلائیں گے (1)۔

نیز قرآن کریم میں ہے: فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ (الحجرات: ۹) "باغی گروہ سے جنگ کرو یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف رجوع کرلے"۔

1۔ حافظ ابن حجر اور علامہ عینی نے یہ کہا ہے کہ امام بخاری نے "ویح عمار تقتله الفئة الباغية" کا جملہ روایت نہیں کیا، اس پر یہ اشکال ہے کہ ہماری مطبوعہ "صحیح بخاری" میں تو یہ جملہ موجود ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس دور کے چھاپنے والوں کی غلطی ہے۔ کیونکہ امام ابن اثیر الجزری التوفی ۶۰۶ ھ نے "جامع الاصول" رقم الحدیث: ۸۷۱۶ میں امام بخاری کے حوالہ سے اس حدیث کو ذکر کیا ہے اور اس میں "تقتله الفئة الباغية" والا جملہ نہیں ہے۔ (جامع الاصول ج ۱۱ ص ۱۹۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۸ ھ)

اگر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باغی ہوتے تو حضرت علی پر لازم تھا کہ وہ ان سے مسلسل جنگ کرتے یہاں تک کہ وہ حضرت علی کی خلافت کو مان لیتے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایسا نہیں کیا بلکہ جنگ موقوف کر دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت علی کے نزدیک حضرت معاویہ باغی نہیں تھے۔ ورنہ فاتح خیبر اور اسد اللہ الغالب ان سے کبھی جنگ موقوف نہ کرتے، بلکہ قرآن کریم کے حکم کے مطابق اخیر دم تک ان سے لڑتے رہتے، یہاں تک کہ یا کامیاب ہو جاتے یا راہ حق میں شہید ہو جاتے۔

قرآن کریم کی اس نص صریح اور ''بخاری'' کی صحیح روایت اور ''مسند بزار'' کی تصریح سے ثابت ہوا کہ حضرت معاویہ (معاذ اللہ) باغی نہ تھے، بلکہ مجتہد تھے اور **وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا** ''جو شخص مظلوماً شہید ہو اس کے ولی کو ہم نے قصاص کا حق دیا ہے'' کے بموجب قصاص عثمان کا مطالبہ کر رہے تھے۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گرد و پیش مالک اشتر، کنانہ بن بشر اور محمد بن ابی بکر اور ان کے حامیوں کا زبردست جتھہ تھا اور وہی لوگ تھے جن کے ہاتھ قتل عثمان رضی اللہ عنہ سے رنگین تھے اور ان کی بھاری جمعیت حضرت علی کے چاروں طرف تھی۔ ان حالات میں حضرت علی کے لئے قصاص عثمان لینا ممکن نہ تھا، بہر حال حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں صحابہ اور مجتہد تھے اور آسمان علم کے آفتاب اور ماہتاب تھے اور بعد کے لوگ جو علم و فہم میں ان کی گرد راہ کے برابر بھی نہیں ہیں ان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان میں کسی فریق کو خطاوار قرار دے۔ لیکن اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ حضرت علی ہر میدان اور ہر شعبہ میں حضرت معاویہ سے ہزار بار افضل تھے۔

ابن اثیر لکھتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ ان کو اس قمیص میں کفن دیا جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پہنائی تھی اور اس قمیص کی اندرونی جانب ان کے جسم کے ساتھ ملا دی جائے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو تراشیدہ ناخن مبارک تھے ان کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں اور منہ پر رکھ دیا جائے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس طرح کفن دینے کے بعد مجھے ارحم الراحمین کی بارگاہ میں اکیلا چھوڑ دینا۔ (اسد الغابہ ج ۴ ص ۳۸۷)